Regd S. No 1411

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پوسٹ بکس نمبر ۷۲۹۷ کراچی ۳

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۱۱

مجلس خدام الاحمدیہ کراچی کا

روزنامہ

المصلح

فی پرچہ ۱؍

جمعہ

۲۹ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

ایڈیٹر: عبد القادر بی۔ اے

جلد ۶ | ۹ اخاء ۱۳۳۲ ھش | ۹ اکتوبر ۱۹۵۳ء | نمبر ۱۶۰

مراکش کا مسئلہ طے کرانے کے لئے ایک گول میز کانفرنس طلب کی جائے

جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی میں پاکستانی نمائندے مسٹر امجد علی کا مطالبہ

نیویارک ۸ اکتوبر۔ پاکستان نے تجویز پیش کی ہے کہ مراکش کی آزادی کا جھگڑا طے کرنے کے لئے مراکش اور فرانس کے نمائندوں کی ایک گول میز کانفرنس طلب کی جائے۔ کل جنرل اسمبلی کی سیاسی کمیٹی میں تقریر کرتے ہوئے پاکستانی نمائندے مسٹر امجد علی نے کہا مراکش میں فرانس نے جو اصلاحات نافذ کی ہیں۔ وہ قطعی ناکافی ہیں۔ اگر واقعی حکومت فرانس وہاں اصلاحات نافذ کرنا چاہتی ہے۔ تو اس میں مراکش کے لوگوں کو شامل کرنا ضروری ہے۔ اور یہ مقصد ایک ایسی گول میز کانفرنس سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ جس میں فرانسیسی حکام کے علاوہ خود اہل مراکش کے نمائندوں کو بھی مدعو کیا جائے۔ اس ضمن میں مسٹر امجد علی نے اس امر پر روشنی ڈالی جو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے نفاذ سے قبل حکومت برطانیہ نے اختیار کی تھی۔ اور اصلاحات سے قبل ہندوستان کی مختلف سیاسی جماعتوں سے مشورہ حاصل کرنا ضروری خیال کیا تھا۔ آپ نے کہا مراکش میں اس وقت اتنی سیاسی پارٹیاں نہیں ہیں جتنی اس وقت ہندوستان میں تھیں۔ اور نہ ہی مراکش کا مسئلہ اتنا دشوار اور پیچیدہ مسئلہ ہے جتنا کہ ۱۹۳۱ء میں ہندوستان کا مسئلہ تھا ان حالات کوئی وجہ نہیں کہ فرانس ایک نمائندہ گول میز کانفرنس کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ کل جب سیاسی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔ تو فرانسیسی نمائندے اپنی نشستوں میں موجود نہیں تھے۔ اجلاس شروع ہونے سے قبل سیاسی کمیٹی کے صدر نے مسٹر شومان کا ایک خط پڑھ کر سنایا۔ جس میں یہ واضح کیا گیا تھا کہ مراکش کا مسئلہ فرانس کا داخلی مسئلہ ہے اقوام متحدہ کو اس میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے فرانس بحث میں کوئی حصہ نہیں لے گا۔

سلسلہ احمدیہ کی خبریں

ربوہ ۶ اکتوبر بذریعہ ڈاک سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی طبیعت تاحال ناساز ہے۔ درد کی شکایت بھی ہے۔ احباب حضور کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

حزب مخالف کی طرف سے ایوان زیریں کو زیادہ اختیارات دینے کا مطالبہ

مجلس دستور ساز میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ پر بحث

کراچی ۸ اکتوبر۔ آج مجلس دستور ساز میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ پر غور کرنے کے متعلق وزیر اعظم کی تحریک پر بحث جاری رہی اور حزب مخالف کے متعدد ممبروں نے بحث میں حصہ لیا۔ اور بنیادی اصولوں کی رپورٹ کی کئی دفعات پر نکتہ چینی کی۔ کانگرسی ممبر مسٹر دت نے اپنی تقریر میں یہ تجویز پیش کی کہ ایوان بالا کے اختیارات کو کم کر کے ایوان زیریں کو زیادہ اختیارات سونپنے چاہئیں۔ نیز جداگانہ انتخاب کی بجائے ملک میں مخلوط انتخاب رائج کرنا چاہیئے۔ آپ نے کہا۔ پاکستان کی اقلیتیں یکساں سیاسی حقوق چاہتی ہیں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے۔ جبکہ جداگانہ انتخاب کا طریق بدل دیا جائے۔ آپ نے رپورٹ کی ان دفعات پر بھی اعتراض کیا۔ جن میں ملک کا دستور اسلامی اصولوں اور کتاب و سنت کی رہنمائی میں بنانے اور ملک کا سربراہ بہر صورت مسلمان ہونے کا ذکر ہے۔ آپ نے کہا یہ دفعات اقلیتوں کے دلوں میں مختلف شکوک پیدا کرنے کا موجب ہونگی۔ سردار اسد اللہ جان نے اپنی تقریر میں بنیادی اصولوں کی رپورٹ کو اسلام کی تعلیم کے منافی قرار دیا۔

چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی برطانوی وزیر خارجہ مسٹر ایڈن سے ملاقات

لنڈن کے دوران قیام میں آپ بعض اور وزراء سے بھی بات چیت کریں گے

لنڈن ۸ اکتوبر۔ وزیر خارجہ پاکستان آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے کل لنڈن پہونچنے کے چند گھنٹے کے اندر اندر برطانیہ کے وزیر خارجہ مسٹر انتھونی ایڈن سے ملاقات کر کے انہیں علاقہ سویز کے حالیہ مذاکرات کے متعلق حکومت مصر کے نقطۂ نظر سے مطلع کیا۔ آپ قاہرہ سے بذریعہ ہوائی جہاز کل ہی یہاں پہونچے تھے۔ جہاں آپ نے مصر کے وزیر خارجہ مسٹر محمود فوزی سے اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات فرمایا تھا۔ مسٹر ایڈن سے ملاقات کے وقت پاکستانی ہائی کمشنر مقیم لنڈن مسٹر ایم۔ اے ایچ اصفہانی بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ توقع ہے کہ لنڈن کے عرصہ قیام میں آپ برطانیہ کے بعض دوسرے وزراء اور تعلقات دولت مشترکہ کے اعلیٰ افسران سے بھی بات چیت کریں گے۔

کل صبح قاہرہ سے لنڈن پہونچنے پر چوہدری محمد ظفر اللہ خان نے اخبار نویسوں کے بعض سوالات کا جواب دیتے ہوئے اس خیال کا اظہار کیا۔ کہ کشمیر کے مسئلہ میں اس وقت کے بعد سے جبکہ وہ چند ہفتہ قبل نیویارک جاتے ہوئے لنڈن سے گزرے تھے ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے اس امر سے اتفاق کیا۔ کہ برطانوی مصری تنازعہ کے سلسلہ میں ابھی چند امور ایسے ہیں جو تاحال تصفیہ طلب ہیں۔ تاہم آپ نے فرمایا حالیہ مذاکرات کے نتیجہ میں اتنا کچھ طے ہو چکا ہے کہ باقی ماندہ امور کے متعلق بھی جلد سمجھوتہ ہو جانا چاہیئے۔ امریکی وزیر خارجہ جان فاسٹر ڈلس نے حال ہی میں جارحانہ کارروائیوں سے دستکش رہنے کے متعلق جو تجویز پیش کی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے آپ نے کہا اگر متعلقہ طاقتیں اس قسم کے معاہدے کے لئے تیار ہو جائیں۔ تو فی الواقعہ یہ ایک عظیم اقدام ہوگا۔ لنڈن میں چند روز قیام کے بعد آپ جنرل اسمبلی میں پاکستانی وفد کی قیادت کے فرائض سنبھالنے کے لئے نیویارک روانہ ہو جائیں گے۔ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے مسٹر اے ایس بخاری شدید علالت کے باعث تاحال ہسپتال ہی میں ہیں۔ اس لئے خیال ہے کہ آپ جنرل اسمبلی کے موجودہ اجلاس کے اختتام تک نیویارک میں ہی مقیم رہیں گے۔

مراکش کو تین سال کے اندر اندر آزاد کرانے کا مطالبہ

سیاسی کمیٹی میں عرب ایشیائی گروپ کی قرارداد

نیویارک ۸ اکتوبر۔ خیال ہے کہ آج عرب ایشیائی گروپ کی طرف سے سیاسی کمیٹی کے اجلاس میں ایک قرارداد پیش کی جائے گی جس میں مطالبہ کیا جائے گا کہ مراکش کو تین سال کے اندر اندر مکمل طور پر آزاد کر دیا جائے۔ نیز قرارداد میں مراکش سے مارشل لاء ہٹانے اور تمام سیاسی قیدیوں کو آزاد کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ایک اور قرارداد کا مسودہ بھی تیار کر لیا گیا ہے۔ تاکہ اگر پہلی قرارداد منظور نہ ہو سکے تو اسے پیش کیا جا سکے۔ یہ دوسری قرارداد مسلمانان مراکش کی معزولی کے خلاف احتجاج پر مشتمل ہے۔

تیل کا مسئلہ جلد حل کرنے اور برطانیہ کے ساتھ تعلقات بحال کرنے کا مشورہ

جنرل زاہدی سے امریکی سفیر مسٹر لوئے ہنڈرسن کی ملاقات

تہران ۸ اکتوبر۔ کل یہاں امریکی سفیر لوئے ہینڈرسن نے ایران کے وزیر اعظم جنرل فضل اللہ زاہدی سے ملاقات کی۔ معلوم ہوا ہے کہ اس ملاقات میں تیل کے مسئلے پر غور کیا گیا۔ مسٹر ہینڈرسن نے جنرل زاہدی پر زور دیا کہ وہ تیل کے مسئلے کو حل کریں۔ اور برطانیہ کے ساتھ تعلقات بحال کرنے کے سلسلے میں مناسب اقدامات عمل میں لائیں۔ امریکی سفیر سے ملاقات کے بعد جنرل زاہدی نے شہنشاہ ایران سے ملاقات کی۔ اور انہیں مسئلہ تیل کے بارے میں امریکی سفیر کے خیالات سے آگاہ کیا۔

— جاکرتہ ۸ اکتوبر۔ انڈونیشی حکومت نے ایک ہنگامی قانون کے ذریعہ وزیر انصاف کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ ہر ایسے غیر ملکی کو ملک چھوڑ دینے کا حکم دے سکتے ہیں۔ جس کی سرگرمیاں وہ ملکی استحکام کے خلاف تصور کریں۔

عبد القادر، پرنٹر، پبلشر نے انجمن پریس لارنس روڈ میں طبع کرا کر دفتر المصلح میگزین لین کراچی سے شائع کیا۔

روزنامہ المصلح کراچی
مورخہ ۹ اخاء ۱۳۳۲ھش

مسرّت کا مقام

تمام ملک میں یہ بات مسرت کے جذبات سے سنی گئی ہے کہ پاکستان کے مختلف حصوں میں نمائندگی کے متعلق باہم ایسا سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ کہ اب اس بارہ میں بالکل اختلافات نہیں رہے۔ اور جو فارمولا تجویز کیا گیا تھا اس کو متفقہ طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس متفقہ فیصلہ کی وجہ سے دستور سازی کے راستہ میں جو سب سے بڑی روک تھی رفع ہو گئی ہے۔ اور اب شائد بہت ہی کم مسائل ایسے ہوں گے۔ جن کے متعلق زیادہ اختلاف رہ گیا ہو۔ نمائندگی کا معاملہ ہی دراصل ایسا اہم چیز تھی۔ جو مختلف صوبوں کے درمیان مناقشت کا باعث ہو سکتی تھا۔ اس لئے اس کے باحسن طریق طے ہو جانے سے دستور ساز اسمبلی کے ارکان جو ملک کے مختلف حصوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اب بغیر کسی قسم کی ذہنی رکاوٹ کے دستور کی ہر شق کو ملک کی بہبودی کے وسیع نقطۂ نظر سے آزادانہ طور پر پرکھ سکتے اور جانچ تول سکتے ہیں کیونکہ باقی تقریباً تمام معاملات ایسے ہیں جن میں کسی صوبہ کی خود غرضی اور حرص و آز کو برانگیختہ کرنے کا سامان بہت ہی کم نظر آتا ہے

کسی ملک کے دستور میں جس کا تعلق ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ یکساں ہوتا ہے کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے۔ جو کسی گروہ یا فریق بلکہ کسی ایک فرد کے لئے بھی مضرت رساں ہو سکتی ہو۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی فریق یا کوئی فرد دستور کی بعض شقوں سے عمومی اختلاف رکھتا ہو۔ اور اس کی رائے میں وہ ملک کے مفاد کے منافی ہو۔ جہاں تک اس قسم کے عمومی اختلافات کا تعلق ہے۔ ہر ملک میں ایسے لوگ ہو سکتے ہیں۔ جن کو دستور کی بعض شقوں سے واقعی اختلاف ہو۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شاید ہی عام ملکی مفاد کا کوئی ایک مسئلہ ایسا ہو گا جس میں تمام ملک کے باشندوں کو تو جانے دیجئے صرف دستور ساز اسمبلی کے تمام ارکان کو بھی پورا پورا اتفاق ہو جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان کی نظر محدود ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے محدود نقطۂ نظر سے ہی ہر مسئلہ پر غور کر سکتا ہے۔ کوئی انسان بھی یہ دعوے نہیں کر سکتا۔ کہ اسکو کسی مسئلہ میں پورا پورا عرفان حاصل ہے۔ لہذا ایسے اختلافات قدرتی ہیں۔ اور ان کی وجہ سے کام روکا نہیں جا سکتا۔ بلکہ کوئی نہ کوئی فیصلہ کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ جس طرح ہو کام کو آگے دھکیلا جا سکے۔

جمہورتیوں نے ایسا فیصلہ حاصل کرنے کے لئے کئی ایک طریقے اور تجاویز وضع کی ہوئی ہیں۔ جن کی تفصیل میں جانا یہاں نہ تو ممکن ہے۔ اور نہ ہمارے موجودہ مقصد کے لئے ضروری ہے۔ یہاں ہمارا مقصد صرف یہ جتانا ہے کہ اختلافات قدرتی ہیں۔ اور جمہوری سسٹم میں جو طریق بھی مسلمہ اور مستند ہیں انہیں اختیار کر کے ایسے تمام اختلافات حل ہو جاتے ہیں۔ خواہ بعض ارکان اپنی مختلف رائے پر فیصلہ کے بعد بھی قائم ہی رہیں۔

یہ ان مسائل کے متعلق ہے جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا ہے۔ جو عام ملکی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن کی غرض کسی فریق یا کسی فرد کو نقصان پہونچانا نہیں ہوتا۔ البتہ دستور سازی میں وہ مسائل جن سے کوئی فریق یا فرد سمجھتا ہو کہ کسی فیصلہ سے اس کے ذاتی حقوق پر مخالفانہ اثر پڑتا ہے۔ ان کو حل کرنے کے لئے سمجھوتے کا طریق ہی اختیار کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً ملک کے مختلف حصوں کی نمائندگی کا معاملہ ایسا ہے۔ کہ کوئی فریق سمجھتا ہو کہ اگر فلاں فارمولا تسلیم کیا جائے۔ تو اس کو ذاتی طور پر فلاں ٹھوس نقصان پہونچے گا۔ تو ایسی صورت میں نہائت ضروری ہے کہ ایسے معترض فریق کا اعتماد حاصل کیا جائے۔ اور اس کے تمام شکوک کا ازالہ کیا جائے؛

پاکستان کے مختلف حصوں کی نمائندگی کا سوال بھی ایسا ہی تھا۔ یہ امر واقعی نہائت مسرت انگیز ہے کہ یہ نہائت خطرناک مسئلہ اس عمدگی اور آسانی سے طے ہو گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو اجتماعی یا انفرادی خود غرضیوں سے بالا ہو کر ملک و قوم کا مفاد پیش نظر رکھتے ہیں۔ اور کوئی ایسا کام کرنا نہیں چاہتے۔ جس سے ملک و قوم کو ضرر پہونچنے کا اندیشہ ہو۔

ہمیں امید ہے کہ اس سد سکندری کے ہٹ جانے سے دستور سازی کا کام جلد ختم ہو جائے گا۔ اور ہم اپنی ضروریات کے مطابق اپنے بنائے ہوئے دستور کے تحت ملک و قوم کا کاروبار سر انجام پاتا ہوا دیکھیں گے اور غیر ملکی باشندوں کے بنائے دستور سے گلو خلاصی حاصل کریں گے؛

نہ تو کوئی ملک یہ دعوے کر سکتا ہے۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کا دستور ایسا ہے کہ جو بہر وجوہ مکمل ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو کم از کم تمام جمہوری ممالک کے دستور ہی یکساں ہوتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی دو ایسے جمہوری ملک نہیں ہیں۔ جن کا دستور شکل و شباہت میں ایک دوسرے کا عکس ہو۔ ہر ملک کو اپنے اپنے حالات کے مطابق دستور کو شکل و شباہت دینی پڑتی ہے۔ اور چونکہ ہر جمہوری ملک کے حالات دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے دستوروں میں بھی اختلاف لازمی ہے

پاکستان کا دستور بھی اس کے مخصوص حالات کے مطابق ہی بنایا جا رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہم جمہوریت کا بالکل ہی ایک نیا تجربہ کر رہے ہیں۔ جو پہلے کسی ملک نے آج تک نہیں کی۔ جیسا کہ قائد اعظم نے بارہا صراحت کی تھی۔ اور آپ کے بعد چوٹی کے مسلم لیگی زعماء بھی کر چکے ہیں کہ ہمارا دستور قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں بنایا جائے گا۔ جسکو مدون اور مرتب صورت میں ہم پہلی دفعہ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ اور جس کے متعلق دنیا کی اکثر مہذب کہلانے والی اقوام کو جن میں مسلم اقوام بھی شامل ہیں بہت سے شکوک ہیں۔ جن کو ہم بالکل بے بنیاد نہیں کہہ سکتے۔ خواہ یہ شکوک حقیقت سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں

یہ شکوک اس لئے بے بنیاد نہیں کہے جا سکتے۔ کہ انہیں خود ان مسلمان کہلانے والوں نے ہی تقویت دے رکھی ہے۔ جنہوں نے اسلامی شریعت کا تصور قرآن و سنت سے نہیں لیا بلکہ اپنا ذاتی تصور قرآن و سنت میں گھسیڑنے کی کوشش کی ہے۔ جو بقول علامہ اقبال مرحوم ؏

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

قرآن و سنت کی روشنی میں جو دستور بن سکتا ہے وہ قطعاً تھیوکریسی نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کے معنے یورپی اقوام کی ازمنہ وسطی کی تاریخ سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ جس میں یہ اصطلاح معرض وجود میں آئی ہے۔ جو اس زمانے کی عیسائیت کے مظالم اور ناروا داری کی آئینہ دار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تھیوکریسی کے مقابل مغربی اقوام میں جس چیز کا نام سیکولرازم ہے۔ اسلامی دستور کا تصور اس سے بھی کہیں وسیع تر ہے۔ کیونکہ سیکولرزم کی بنیاد محض خالص مادی عقلیت پرستی پر ہے۔ جو حیوانیت پر جا کر منتج ہوتی ہے۔ مگر اسلامی دستور وہ ہے جس میں حیوان انسان اور انسان با اخلاق انسان اور با اخلاق انسان با خدا انسان بنتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی کتب کا مطالعہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آکر دنیا میں جس روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی ہے۔ اور دوسرے مذاہب پر اسلام کی جس طرح فوقیت بیان فرمائی ہے۔ ایک احمدی کے لئے اس کی تفصیلات جاننا اور اپنی روحانیت کو قائم رکھنے اور بڑھانے کے لئے ان کا سمجھنا اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح مادی جسم کے لئے خوراک۔ اگر کوئی شخص غیر معمولی طور پر خوراک اور غذا سے محروم رہے۔ تو لازماً اس کا جسمانی وجود ختم ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح آج کے مادی دور میں بھی مسلمان اور بالخصوص احمدی کہلانے والے مسلمان اس وقت تک اپنے روحانی وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اور نہ ہی دنیا میں اسلام کی عظمت کو تسلیم کرا سکتے ہیں۔ جب تک وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کر کے اسلام اور قرآن مجید کی ان تشریحات سے پوری طرح واقف نہ ہوں۔ جو آپ نے "یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است" کہہ کر دنیا کے سامنے پیش کی ہیں:

ایک پڑھے لکھے احمدی سے جو ان کتب کا مطالعہ کر سکتا ہے۔ اور جس نے یہ عہد کیا ہے کہ وہ اسی آواز کو بلند کرنے میں اپنی زندگی صرف کر دے گا۔ اس سے یہ توقع یقینی اور سچی ہے۔ کہ وہ ان اغراض کی خاطر باقاعدگی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو پڑھتا ہو گا۔ لیکن اسکے باوجود جماعتی طور پر بھی ایسا انتظام کیا جانا ضروری ہے۔ اور کیا جاتا ہے۔ کہ جماعت کا ہر طبقہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب اور سلسلہ کے علم کلام کا مطالعہ باقاعدگی سے جاری رکھے۔ اور پھر اجتماعی امتحانوں اور مقابلوں اور دوسرے مختلف طریقوں سے اس کے نتائج معلوم کئے جائیں۔ چنانچہ خدام الاحمدیہ۔ اطفال الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ مختلف رنگوں میں اپنے اپنے دائرہ عمل میں ایسا کرتے ہیں۔ کل ہی لجنہ اماء اللہ کی سیکرٹری صاحبہ کی طرف سے یہ اعلان ہوا ہے۔ کہ ۲۸ نومبر ۱۹۵۳ء کو ان کی طرف سے حضور کی کتاب "فتح اسلام" کا امتحان ہو رہا ہے۔ یہ اور ایسی تمام کوششیں یقیناً مبارک اور اپنی اہمیت کے لحاظ سے بہت ضروری ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جماعت کا ہر فرد حضور کی کتب کے مطالعہ کی زیادہ سے زیادہ عادت ڈالے گا۔ اور اپنی متعلقہ تنظیم کی ہر ایسی کوشش میں شریک ہو کر انفرادی اور اجتماعی مفاد کے حصول کا موجب ہو گا۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

نماز کی اہمیت اور اس کی قبولیت کے طریق

نماز برائیوں سے روکتی ہے

"ان الحسنات یذھبن السیئات

یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دور کرتی ہے۔ یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے۔ نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر نہ روح اور نہ راستی کے ساتھ۔ وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ ان کی روح مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔ اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا۔ الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا۔ باوجودیکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے۔ کہ وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے۔ جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے۔ اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں۔ نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے۔ جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔" (ملفوظات صفحہ ۱۵۷)

خدا کا وصال نماز سے حاصل ہوتا ہے

"مفہوم لا الٰہ الا اللہ کے سننے کے بعد نماز کی طرف توجہ کرو۔ جس کی پابندی کے واسطے بار بار قرآن شریف میں تاکید کی گئی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ فرمایا گیا ہے۔ کہ ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون۔ ویل (افسوس) ہے ان نمازیوں کے لئے جو کہ نماز کی حقیقت سے بے خبر ہیں۔ سو سمجھنا چاہیئے۔ کہ نماز ایک سوال ہے۔ جو کہ انسان جدائی کے وقت درد اور رقت کے ساتھ اپنے خدا کے حضور میں کرتا ہے۔ کہ اس کو لقا اور وصال ہو۔ کیونکہ جب تک خدا کسی کو پاک نہ کرے۔ کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک وہ خود وصال عطا نہ کرے۔ کوئی وصال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ طرح طرح کے طوق۔ قسما قسم کے زنجیر انسان کی گردن میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہ بیترا چاہتا ہے۔ کہ وہ دور ہو جائیں۔ باوجود انسان کی خواہش کے کہ وہ پاک ہو جاوے۔ نفس لوامہ کی لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں۔ گناہوں سے پاک کرنا خدا کا کام ہے۔ اس کے سوا کوئی طاقت نہیں۔ جو زور کے ساتھ تمہیں پاک کر دے۔ پس پاک جذبات کے پیدا کرنے کے واسطے نماز رکھی ہے۔" (لیکچر لا الٰہ الا اللہ صفحہ ۵)

دعا مانگنا قانون قدرت کے عین مطابق ہے

"دعا مانگنا اللہ تعالیٰ کے قانون قدرت کے عین مطابق ہے۔ مثلاً عام طور ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جب بچہ روتا ہے۔ اور اضطراب ظاہر کرتا ہے۔ تو ماں کس قدر بے قرار ہو کر اس کو دودھ دیتی ہے۔ الوہیت اور عبودیت میں اسی قسم کا ایک تعلق ہے۔ جس کو ہر شخص سمجھ نہیں سکتا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر گر پڑتا ہے۔ اور نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے حضور اپنے حالات کو پیش کرتا ہے۔ اور اس سے اپنی حاجات کو مانگتا ہے۔ تو الوہیت کا کرم جوش میں آتا ہے۔ اور ایسے شخص پر رحم کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا دودھ بھی ایک گریہ کو چاہتا ہے۔ اس لئے اس کے حضور رونے والی آنکھ پیش کرنی چاہیئے۔"

(ملفوظات صفحہ ۳۳۸)

نماز اور دعاء

"پھر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ یہ نماز جو اپنے اصلی معنوں میں نماز ہے۔ دعا سے حاصل ہوتی ہے۔ غیر اللہ سے سوال کرنا مومنانہ غیرت کے صریح اور سخت مخالف ہے۔ کیونکہ یہ مرتبہ دعا کا اللہ ہی کے لئے ہے۔ جب تک انسان پورے طور پر حنیف ہو کر اللہ تعالیٰ ہی سے سوال نہ کرے۔ اور اسی سے نہ مانگے سچ سمجھو۔ کہ وہ حقیقی طور پر وہ سچا مسلمان اور سچا مومن کہلانے کا مستحق نہیں۔ اسلام کی حقیقت ہی یہ ہے۔ کہ اس کی تمام طاقتیں اندرونی ہوں یا بیرونی سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے آستانہ پر گری ہوئی ہوں۔ پس یہ بڑی خطرناک اور دل کو کپکپا دینے والی بات ہے۔ کہ انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے سے سوال کرے۔ اسی لئے نماز کا التزام اور پابندی بڑی ضروری چیز ہے۔ تاکہ اولاً وہ ایک عادت راسخہ کی طرح قائم ہو۔ اور رجوع الی اللہ کا خیال ہو۔ پھر رفتہ رفتہ وہ وقت آ جاتا ہے۔ جبکہ انقطاع کلی کی حالت میں انسان ایک نور اور ایک لذت کا وارث ہو جاتا ہے۔"

(ملفوظات صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰)

نماز کے باطنی آداب

(ڈاکٹر محمد اشرف صاحب ناصر گجراتی)

نماز کا مغز اس کے آداب باطنی ہیں۔ جس کے تحت اگر نماز کو ادا کیا جائے۔ تو دہرا لطف اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور ایسی نماز دعاؤں کو پایہ قبولیت کا شرف بھی بخشتی ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض دوستوں کی نظر ان تک نہ پہنچ سکتی ہو۔ لہٰذا اس جگہ مختصراً ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) نماز کے آداب باطنی میں پہلی چیز قنوت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقوموا للہ قانتین۔ قنوت کے معنی ہیں چپ رہنا۔ بندگی کرنا۔ دعا مانگنا۔ عبادت کرنا۔ کھڑے رہنا۔ دیر تک کھڑے رہنا۔ عاجزی کرنا۔ (لسان العرب)

گویا ان تمام میں سے کوئی ایک بھی کسی نماز میں کم ہو۔ تو اسی قدر نماز کے اوصاف میں کمی ہو جائیگی۔

(۲) خشوع۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (مومنون ع ۱) کہ وہ مومنین کامیاب ہیں۔ جو اپنی نماز میں خشوع و خضوع اور فرمانبرداری کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ سب سے بڑا چور وہی ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے۔ صحابہ رضؓ نے دریافت کیا۔ وہ کیسے تو فرمایا۔ رکوع و سجود اچھی طرح نہ کرنا اور خشوع نہ ہونا۔ گویا اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ نماز کے آداب ظاہری و باطنی دونوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ جس نماز میں دل کہیں ہے۔ اور خیال کسی طرف اور منہ سے کچھ نکلتا ہے۔ وہ ایک لعنت ہے۔ جو آدمی کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ اور قبول نہیں ہوتی۔ ایک حدیث ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اچھی طرح کامل وضو کرے۔ پھر نماز کے لئے کھڑا ہو۔ اور نماز کا رکوع و سجود پورا کرے۔ اور اس میں قراءۃ اچھی طرح پڑھے۔ اس کو نماز کہتی ہے۔ خدا تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے جیسا کہ تو نے مجھے محفوظ رکھا۔ پھر نماز کو فرشتے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور اس نماز میں روشنی اور نور ہوتا ہے۔ اور اس نماز کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ خدا کے حضور پہنچ کر اپنے نمازی کے لئے سفارش کرتی ہے۔ اور جب کوئی شخص نماز کا رکوع و سجود ضائع کرے۔ اور اس میں قراءۃ ٹھیک نہ پڑھے۔ تو نماز اس کو کہتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تجھے ضائع کرے۔ جیسا کہ تو نے مجھے ضائع کیا۔ پھر فرشتے اس کو اوپر لے جاتے ہیں۔ اور اس نماز میں اندھیرا ہوتا ہے۔ جب آسمان کے پاس پہنچتی ہے۔ تو آسمان کے دروازے اس نماز کے آگے بند کئے جاتے ہیں۔ پھر اس نماز کو پرانے کپڑے کی طرح پیٹ کر فرشتے اس نماز کے پڑھنے والے کے منہ پر مارتے ہیں۔ (الحدیث)

(۳) تضرع یعنی زاری اور عاجزی کے ساتھ درخواست کرنا۔ فرمایا، ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ (الاعراف ع ۶) کہ تم اپنے پروردگار کو مسکنت زاری اور دھیمی آواز سے پکارو۔ ایک صحابی کہتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا چکی چل رہی ہے۔ یا ہانڈی ابل رہی ہے۔ (ابو داؤد باب البکاء فی الصلوٰۃ)

(۴) اخلاص یعنی نماز سے مقصود خدا کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو۔ ایسا نہ ہو۔ تو نماز نماز نہیں۔ بلکہ ریا اور نمائش ہوگی۔ فرمایا۔ واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین (اعراف ع ۳) کہ تم ہر نماز کے وقت اپنے رخ کو ٹھیک رکھو۔ اور خدا کو اخلاص کے ساتھ پکارو۔

(۵) ذکر نماز خدا کی یاد کے لئے ہے۔ فرمایا اقم الصلوٰۃ لذکری۔ (طٰہٰ ع ۱) کہ میری یاد کے لئے نماز کھڑی کر۔

(۶) نماز میں سکون اور اطمینان ہو۔ ارشاد ہوا کہ جب نماز ہو رہی ہو۔ تو دوڑ کر مت آؤ۔ بلکہ تم پر سکون اور وقار طاری ہو۔ (مسلم)

(۷) حضور قلب۔ ان فی الصلوٰۃ لشغلاً (مسلم) کہ نماز میں اور ہی مصروفیت ہوتی ہے۔ چنانچہ نماز کے وقت ایسے کپڑے پہننا یا ایسا پردہ لٹکانا جن کے نقش و نگار میں دل محو ہو جائے۔ اور توجہ بٹ جائے تو یہ مکروہ ہے۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گل بوٹوں والی ایک چادر اوڑھ کر نماز پڑھی۔ پھر فرمایا۔ اس کے گل بوٹوں نے مجھے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس کو ابو جہم کے پاس لے جاؤ۔ اور سادہ چادر لے آؤ۔ (مسلم) اس طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ رضؓ نے سامنے دیوار پر ایک منقش پردہ لٹکا دیا تھا۔ آپ نے نماز پڑھی تو خیالات میں یکسوئی نہ رہی۔ آپ نے اس کو اتروا دیا (بخاری کتاب اللباس)

طریق حصول حضور۔ ہو سکتا ہے بعض دوستوں کو حضور قلب حاصل نہ ہو۔ اور وہ پوری محویت اور ذوق سے نماز کو ادا نہ کر سکیں۔ تو اس مشکل کا حل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ "جب کبھی ایسی حالت ہو کہ انس اور ذوق جو نماز میں آتا تھا۔ وہ جاتا رہا ہے۔ تو چاہیئے کہ تھک نہ جاوے۔ اور بے حوصلہ ہو کر ہمت نہ ہارے۔ بلکہ بڑی مستعدی کے ساتھ اس گمشدہ متاع کو حاصل کرنے کی فکر کرے اور اس کا علاج ہے توبہ۔ استغفار۔ تضرع بے ذوقی سے ترک نماز نہ کرے بلکہ نماز کی کثرت کرے۔

جیسے ایک نشہ باز کو جب نشہ نہیں آتا تو وہ نشہ چھوڑ نہیں دیتا۔ بلکہ جام پر جام پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ آخر اس کو لذت اور سرور آ جاتا ہے۔ پس جس کو نماز میں بے ذوقی پیدا ہو۔ اس کو کثرت کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے۔ اور تھکنا مناسب نہیں۔ آخر اسی بے ذوقی میں ایک ذوق پیدا ہو جائیگا۔ دیکھو پانی کے لئے کس قدر زمین کو کھودنا پڑتا ہے۔ جو لوگ تھک جاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں جو تھکتے نہیں وہ آخر کار نکال ہی لیتے ہیں۔ اس لئے اس ذوق کو حاصل کرنے کے لئے استغفار کثرت نماز و دعا مستعدی اور صبر کی ضرورت ہے۔"

(فتاویٰ احمدیہ صفحہ ۳۵)

۲ مئی ۱۹۰۲ء کو بمقام گورداسپور مولوی نظیر حسین سخا دہلوی نے بذریعہ عریضہ حضرت اقدس سے نماز میں حصول حضور کا طریق دریافت فرمایا۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:-

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طریق یہی ہے کہ نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں۔ اور سرسری اور بے خیالی نماز پر خوش نہ ہوں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو توجہ سے نماز ادا کریں۔ اور اگر توجہ پیدا نہ ہو تو پنج وقت ہر ایک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر ایک رکعت کے کھڑے ہو کر یہ دعا کریں کہ

"اے خدائے تعالیٰ قادر و ذوالجلال میں گنہگار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقت اور حضور نماز حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے۔ تا کہ اسکے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضور نماز میں میسر آوے۔"

اور یہ دعا صرف قیام پر موقوف نہیں بلکہ رکوع اور سجود میں اور التحیات کے بعد بھی دعا کریں۔ اور اس دعا کے کرنے میں ماندہ نہ ہوں۔ اور تھک نہ جاویں بلکہ پورے صبر اور پورے استقلال سے اس دعا کو پنج وقت کی نمازوں میں اور نیز تہجد کی نماز میں کرتے رہیں۔ اور بہت بہت خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں۔ کیونکہ گناہ کے باعث دل سخت ہو جاتا ہے۔ ایسا کرو گے تو ایک وقت یہ مراد حاصل ہو جاوے گی۔ مگر چاہیئے کہ ہمیشہ موت کو یاد رکھیں۔ آئندہ زندگی کے دن تھوڑے سمجھیں اور موت قریب سمجھیں۔ یہی طریق حصول حضور کا ہے۔

(الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۲ء نیز فتاویٰ احمدیہ ص ۳۶)

اگر نماز ایسی نماز ہو تو وہ انسان کی روحانی اور اخلاقی اصلاحات کا کتنا موثر ذریعہ ہے اسی لئے قرآن مجید نے فرمایا وھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون۔ یعنی مومن نمازوں کی ظاہری شرائط کی تعمیل اور اسکے باطنی آداب کی رعایت رکھتے ہیں۔

سالانہ اجتماع ۱۹۵۳ء کے متعلق ضروری ہدایات

(از مکرم نائب صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

ہمارا آئندہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ ۲۳-۲۴-۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو ربوہ میں ہو رہا ہے۔ اس بارہ میں متعدد اعلان خالد اور المصلح میں شائع ہو چکے ہیں۔ ذیل میں چند نہایت ضروری امور درج کئے جاتے ہیں۔ جملہ قائدین اور خدام الاحمدیہ انہیں خاص طور پر مدنظر رکھیں۔

(۱) ہر خادم اپنے لئے ایک چھوٹا بلا تیار کر کے اپنے ساتھ لائے جو ۲" × ۱½" سائز کا سفید کپڑا ہو جس پر حسب ذیل عبارت لکھی ہو۔

۲"

نام خادم
نام مجلس
نام قطعہ

۱½"

یہ عبارت سیاہ روشنائی کے ساتھ لکھی جائے۔ نام قطعہ کی جگہ خالی چھوڑ دی جائے یہ اجتماع میں پر کی جائے گی۔ بلا کپڑے کے ساتھ ایک سیفٹی پن بھی ہو۔

(۲) گذشتہ سالوں میں بھی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طرف سے خدام کو بالواسطہ یہ ہدایت ملتی رہی ہے۔ اس دفعہ اس مرتبہ مرکز کی طرف سے بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔ کہ اجتماعات کے موقع پر خدام اپنے ساتھ ایک زائد کپڑا لایا کریں تا اگر فرش کے انتظام میں کمی ہو۔ تو اس کو بچھا کر اس پر بیٹھا جا سکے۔ اور کپڑے خراب نہ ہوں۔ اجتماع میں شامل ہونے والے اراکین اس ہدایت کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔

(۳) ورزشی مقابلوں کے سلسلہ میں یہ بات ذہن نشین کر لی جائے کہ سالانہ اجتماع کے موقعہ پر صرف انہیں خدام کو ان مقابلوں میں شامل ہونے کی اجازت ملے گی جو سارا سال خدام الاحمدیہ کے ساتھ اپنی دلچسپی کا مظاہرہ کرتے رہے ہوں۔ اور اس کی تنظیم میں منسلک رہے ہوں۔ ایسے خدام جو مجلس کے پروگرام میں دلچسپی نہیں رکھتے اور مجلس کی تنظیم میں شامل ہونا پسند نہیں کرتے انہیں اجتماع کے موقعہ پر ورزشی مقابلوں میں شمولیت کی اجازت نہ ہوگی۔ اور نائب صدر خدام الاحمدیہ کو ہر وقت یہ اختیار ہوگا کہ اگر کسی خادم کے متعلق انہیں ایسی شکایت ملے اور وہ درست ہو۔ تو وہ اسے مقابلوں میں شمولیت سے محروم کر سکتے ہیں۔

(۴) اجتماعی ورزشی مقابلوں میں جن میں ٹیمیں شامل ہوتی ہیں ان میں شامل ہونے والے خدام کے نام زیادہ سے زیادہ ۱۰ اکتوبر تک مرکز میں آجانے ضروری ہیں۔ اس کے بعد آنے والے نام صرف نائب صدر صاحب کی خاص اجازت کے ساتھ شامل کئے جاسکیں گے۔ یہ رعایت انفرادی مقابلوں کیلئے ہے۔ ۱۰ اکتوبر کے بعد کسی ٹیم کا نام اجتماعی مقابلوں میں شامل نہ کیا جائے گا۔

(۵) علمی مقابلوں میں حفظ قرآن کریم۔ ترجمہ قرآن کریم۔ مطالعہ احادیث، مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفائے سلسلہ اور عام معلومات کے مقابلے حسب سابق ہوں گے۔ تقریری اور تحریری مضامین کے عنوانات اس سے قبل شائع کئے جا چکے ہیں۔ علمی مقابلوں میں شامل ہونے والے خدام کے نام بھی ۱۰ اکتوبر تک آنے ضروری ہیں۔

(۶) جیسا کہ آپ احباب کو معلوم ہے۔ اس سال کاغذ بہت گراں بلکہ نایاب ہے اس لئے مرکزی دفتر بمشکل مرکز کی ضروریات کیلئے کاغذ مہیا کر سکے گا۔ خدام آتے وقت اپنی ضرورت کے مطابق کاغذ ہمراہ لانے کی کوشش کریں۔ خصوصاً مضمون نگار خدام اپنے مضمون کی وسعت کے لحاظ سے کاغذ قلم دوات وغیرہ کا انتظام کر کے آئیں۔

(۷) ورزشی مقابلوں میں حسب ذیل کھیلیں ہوں گی۔

فٹ بال، والی بال، کبڈی، رسہ کشی (بشرطیکہ رسہ مل جائے)، کشتی، کلائی پکڑنا، گولہ پھینکنا، مشاہدہ و معائنہ، پیغام رسانی۔ ۱۰۰ گز۔ ۸۸۰ گز اور ایک میل کی دوڑیں۔ اونچی اور لمبی چھلانگیں۔ بوروں والی دوڑ۔ اس کے علاوہ ایسے مقابلے بھی ہوں گے۔ جن میں حصہ لینے والوں کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ کہ وہ مقابلہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ مثلاً تنظیم کا مقابلہ۔ قطار بندی کا مقابلہ وغیرہ۔ ایک پرچہ ذہانت کے امتحان کا ہوگا۔

(۸) اس مرتبہ نمائندگان کے بہت کم نام وصول ہوئے ہیں۔ مجالس اس طرف فوری توجہ کریں۔ نمائندہ منتخب ہو۔ اور اس کے نام سے مرکز کو بہت جلد آگاہ کر دیا جائے۔ اجتماع میں شمولیت کے لئے آتے وقت نمائندگان قائد مقامی کا تعارف نامہ ضرور ساتھ لائیں۔ تا ٹکٹ جاری کرنے میں دقت نہ ہو۔

(۹) اجتماع کے فوراً بعد پندرہ روزہ تربیتی کلاس ہوگی۔ اس وقت تک صرف چند مجالس سے نمائندگان بھجوانے کی اطلاع ملی ہے۔ بقیہ مجالس توجہ کریں۔ ہر مجلس کم از کم ایک نمائندہ ضرور بھجوائے۔

(۱۰) سب سے اہم چیز سالانہ اجتماع کے چندہ کی وصولی ہے۔ اجتماع سر پر آگیا ہے۔ مرکز کو انتظامات کیلئے روپیہ کی فوری ضرورت ہے۔ مگر اس وقت تک بہت کم مجالس کی طرف سے اجتماع کا چندہ آیا ہے۔ جملہ مجالس اس بارے میں پوری اور خاص توجہ دیں چندہ اجتماع جلد تر وصول کر کے مرکز میں ساتھ ساتھ بھجواتے رہیں۔

(نائب صدر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

اطفال الاحمدیہ اور سالانہ اجتماع

۲۳-۲۴-۲۵ اکتوبر ۱۹۵۳ء

خدام الاحمدیہ کا سالانہ اجتماع قریب آرہا ہے۔ جس میں اطفال کا شامل ہونا بھی اسی طرح ضروری ہے۔ جس طرح خدام کا۔ گذشتہ سالوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ عام طور پر ربوہ کے علاوہ بیرونی مجالس اطفال بہت کم اجتماع میں شرکت کرتی ہیں۔ اور اجتماع کے موقعہ پر اکثریت یا تو ربوہ کے اطفال کی ہوتی ہے یا ربوہ کے قرب و جوار کے چند اطفال شامل ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ حتی الوسع ہر مجلس کی نمائندگی اس موقعہ پر ضرور ہونی چاہیئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس اجتماع پر بیرونی اطفال کی حاضری پہلے سے بہت زیادہ ہوگی۔ اور اس کی تیاری ابھی سے اطفال شروع کر دیں گے۔ اطفال باقاعدہ ایک نظام کے ماتحت اپنے اوقات گزاریں گے ان کے تمام کام ایک پروگرام کے ماتحت ہوں گے۔ علمی اور ورزشی مقابلوں کا نہایت دلچسپ مظاہرہ ہوگا۔

علمی طور پر حفظ و تلاوت قرآن کریم۔ عام دینی مسائل و معلومات۔ مضمون نویسی تقریر۔ نظم خوانی وغیرہ کے مقابلے ہوں گے

مشاہدہ۔ معائنہ اور پی ٹی وغیرہ کے مقابلے ہوں گے۔

ان مقابلوں میں حصہ لینے والے اطفال ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔

نوٹ:۔ اجتماع میں ۷ سال سے ۱۵ سال تک کے اطفال شامل ہوں گے۔ خاکسار مہتمم اطفال

قوتِ ارادی

(از ناصر علی صاحب)

ہر شعبۂ حیات کا انحصار زبردست قوتوں پر ہے۔ نباتات، جمادات، حیوانات تمام کے تمام خاص طاقتوں کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ انسان کو چونکہ اللہ کریم نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کی طاقتیں بھی تمام طاقتوں سے اشرف ہیں پھر ان طاقتوں کے جو انسان میں کارفرما ہیں۔ کُچھ درجے ہیں چنانچہ

قوتِ ارادی

بالاترین طاقتوں میں سے ہے۔ قوتِ ارادی کام کرنے کی روح کو کہتے ہیں۔ ایسی روح جس سے کام کرنے کی ہمت پیدا ہو۔ یہ کیونکر پیدا ہوتی ہے؟ اس جگہ اتنا کہہ دینا کفایت کریگا۔ کہ تربیت کو اس طاقت سے بہت نزدیک کا تعلق ہے۔ اگر شروع سے ہی بچہ کی اعلیٰ پیمانہ پر تربیت کی جائے تو اس میں یہ طاقت بڑھ پکڑ جائے گی۔ اور اگر خوش بختی سے اسے عمدہ صحبت میسر آگئی تو چار چاند لگ گئے۔

قوت ارادی کا حلقۂ عمل بڑا وسیع ہے۔ یوں کہیئے کہ انسانی قوتوں کی کل اسی ایک طاقت، کے بل بوتے پر چلتی ہے اگر یہ طاقت عمدگی سے کام کرگئی۔ تو انسان اپنے ہر کام میں عمدگی پائے گا۔ اور اگر یہ ادھم پڑ جائے۔ تو کسی کام میں روح نہیں پڑتی

قوت ارادی کا منبع اور اس کا میدانِ عمل۔ دل اور دماغ ہیں۔ پس اگر قوتِ ارادی مضبوط ہے۔ تو آدمی کے دل دماغ بھی مضبوط ہوں گے۔ اور اگر دل و دماغ مضبوط ہو جائیں۔ تو اسکے قریباً ہر کام میں عمدگی پیدا ہو جائے گی۔

گناہ اور نیکی کا حصر زیادہ تر دل و دماغ کی کمزوری یا مضبوطی پر ہوتا ہے۔ چنانچہ ماہرین علم النفس نے تجربوں کے بعد معلوم کیا ہے۔ کہ کثیر حصہ گناہوں اور کمزوریوں کا قوت ارادی کی کمزوری کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے۔

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اخلاق پرتو ہے اس قوتِ ارادی کا۔ اگر ہماری قوتِ ارادی مضبوط ہے تو ہم اپنے ہر عمل پر حاکم ہوں گے جو کام بھی کریں گے سوچ کر اور جو قدم بھی اٹھائیں گے سنبھل کر۔ استقلال قوت ارادی کی مضبوطی ہی تو ہے۔ اگر ہم جانتے ہیں اور کون نہیں جانتا۔ کہ باہمی محبت اخوت۔ ہمدردی رواداری۔ عیب پوشی اعلیٰ اخلاق ہیں۔ اور پابندیٔ وقت صحت۔ صفائی۔ سچائی۔ خندہ روئی شگفتہ مزاجی ایسی صفات ہیں۔ جو ہمیں اپنے اندر پیدا کر لینا چاہئیں۔ اور قومی بہبودی کا احساس قومی وقار کا احساس۔ قرآنی نظام کا قیام اور اس کی قدر ایسے امور ہیں۔ جن کی پابندی لازمی ہے۔ ایسا شخص جس کی قوتِ ارادی مضبوط ہے۔ جو اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے۔ جو وقتی جوش کی لہروں کی لپیٹ میں نہیں آجاتا۔ ان باتوں کو ہر آن پیش نظر رکھے گا۔ اور اپنے نفس کو کبھی موقعہ نہ دے گا۔ کہ وہ اسے گرائے۔

کسی قوم کا بننا یا سنورنا اس کے افراد کا بننا اور سنورنا ہے۔ اگر افراد کو اپنے نفس پر قابو ہے۔ اگر ان کی قوتِ ارادی مضبوط ہے۔ تو وہ سچے معنوں میں فخرِ قوم ہیں وہ خاموشی سے مگر نہایت احسن طریق سے اپنی قوم کی بنیادیں مضبوط کر رہے ہیں۔ اور اس کے وقار کو بالا تر۔

کہتے ہیں نپولین کی قوتِ ارادی اس قدر مضبوط تھی۔ کہ وہ حسب خواہش دو چار منٹوں کے لئے گھوڑے کی پیٹھ پر سو لیتا تھا۔

انبیاء علیہم السلام کی تو قوت ارادی کا کیا ذکر؟ ان کا تو ذرہ ذرہ اپنے مولا کے تابع فرمان ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو خدا پر توکل رکھ کر لے کر

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح مبارک دیکھنے سے خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر یقین بڑھ جاتا ہے۔ اللہ اللہ وہ کیا مبارک وجود تھا۔ اس کے ہر کام میں قوتِ ارادی کی سحر طرازیاں جھلک رہی ہیں۔ پھر یہ قوت اولوالعزمی پیدا کرتی ہے۔ اور چاہے کیسا ہی کٹھن اور دشوار گذار رستہ کیوں نہ ہو۔ اگر اس پر چلنے کا ارادہ کر لیا۔ تو پھر یہ طاقت پیچھے ہٹنے نہیں دیتی۔ ہمارے موجودہ امام (ایدہ اللہ بنصرہ) کو اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم کا خطاب دیا ہے۔ اس کی حقیقت حضور کے کاموں سے ہویدا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کا جنازہ مبارک سامنے رکھا ہے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح (سترہ سال کی عمر میں) کے دل میں ٹھن جاتی ہے۔ کہ اگر ساری دنیا بھی آپ کا ساتھ چھوڑ دے گی۔ تو میں اکیلا ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک پہنچاؤں گا۔ پھر یہ قوتِ ارادی کی ہی حیرت زا استواری تھی۔ جس نے وہ کام کئے کہ ایک عالم کو جنبش دیدی۔

مومن کی قوت ارادی اس کے ایمان کی سرگرمیوں سے مل کر کچھ عجیب انداز پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسی طاقت بن جاتی ہے کہ پُرخطر جنگل ہیبت ناک تنہائیاں۔ اور تلاطم خیز سمندر اس

انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ؟ — افکار کی آزادی

(از مولینا عبد المجید صاحب سالک)

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

آزادیٔ افکار سے ہے ان کی تباہی
رکھتے نہیں جو فکر و تدبر کا سلیقہ
ہو فکر اگر خام تو آزادیٔ افکار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

آج کل دنیا میں آزادیٔ افکار کا غلغلہ عام ہے اور کلیمانِ فرنگ اس کو۔ انسان کی بنیادی آزادیوں میں شامل کر چکے ہیں۔ بلاشبہ جی تو ہر ایک کا یہی چاہتا ہے کہ میں جس طرح چاہوں سوچوں۔ اور جو کچھ سوچوں اس کو بے تکلف ظاہر کر سکوں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا اس قسم کی بے مہار آزادی کو ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی مذہب کسی ملت کسی معاشرے نے بھی روا رکھا ہے؟ اور جو لوگ آج آزادیٔ افکار کے بہت بڑے مبلغ اور حامی ہیں۔ آیا ان کی سوسائٹی اور ان کی حکومت بھی اس کی روادار ہے؟

بلاشبہ فکر انسانی پر پابندیاں عائد کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ لیکن فکرِ انسانی کا یہ فرض بھی تو ہے کہ خود اپنے آپ پر بطیب خاطر کچھ پابندیاں عائد کرے۔ اقبال آزادیٔ افکار کے جواز کو "فکر و تدبر کے سلیقے" اور فکر کی پختگی سے مشروط قرار دیتا ہے۔ اگر کسی شخص کا فکر پختہ ہو۔ اور اسے تدبر کا سلیقہ حاصل ہو۔ تو اس کی آزادیٔ افکار معاشرے کیلئے رحمت ثابت ہو سکتی ہے۔ اور دنیا میں فکر و تدبر کی جو دولت آج کل نظر آتی ہے وہ انہی پختہ فکر اور مدبر افراد کے غور و خوض کا نتیجہ ہے۔

مثلاً جو شخص مذہب کے معاملے میں آزادیٔ فکر سے کام لینا چاہتا ہے۔ اس کو اتنا سلیقہ تو ضرور ہونا چاہئیے۔ کہ وہ بعض مابعد الطبعی افکار پر نظر ڈالے۔ ان کے متعلق عامیانہ خیالات پر تنقید کرے۔ اور وہ تعبیرات پیش کرے جو قرینِ عقل ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ مصلحت بھی پیشِ نظر رکھے۔ کہ اندھا دھند آزادیٔ فکر سے معاشرہ انسانی پر تخریبی اثر نہ پڑے ورنہ ظاہر ہے۔ کہ بقول اقبال انسان حیوان بن جائیں گے۔ نہ ایک کسی کو دوسرا سمجھے گا۔ نہ کوئی کسی نظام میں منسلک رہنا پسند کرے گا۔ مادر پدری آزادی ہر مسلمہ اصول سے بغاوت اور اباحت پیدا کرے گی۔ اور انسانوں میں کسی مقصد اور کسی نصب العین کی خاطر زندہ رہنے اور قربانی دینے کی صلاحیت قطعی طور پر سلب ہو جائے گی۔

سیاسی دائرے میں بھی آزادیٔ فکر کی کیفیت یہی ہے۔ حکومتیں اپنے دستوروں میں آزادیٔ افکار اور آزادیٔ اظہار کی دفعات لازماً شامل کر دیتی ہیں۔ لیکن آزادیٔ مطلق کو ہرگز روا نہیں رکھتیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ شرط لگا دیتی ہیں کہ اس آزادی افکار سے۔ جمہور یا اس کے کسی حصے کی دل آزاری نہ ہونے پائے۔ امن و امان کے لئے خطرہ پیدا نہ ہونے پائے۔ اخلاقِ عامہ کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ اور ملک کے اندرونی و بیرونی تحفظ و دفاع کے تقاضوں کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔ جب تک کسی فرد یا گروہ میں فکر و تدبر کا یہ سلیقہ نہ ہو۔ کہ وہ ان تمام مصلحتوں کو پیش نظر رکھ کر اور پختگیٔ فکر سے کام لے کر اظہار خیالات کرے اس کو آزادیٔ افکار کا حق نہیں دیا جا سکتا۔ مسائل دینی ہوں یا اقتصادی معاشرتی ہوں یا سیاسی۔ ان پر غور و فکر ہر شخص کو کرنا چاہیئے۔ اور ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اپنے غور و فکر کے نتائج کا اظہار کرے۔ لیکن اس اظہار کا یہ طریقہ تو نہ ہو کہ مذہب بالکل غیر ضروری اور دقیانوسی چیز ہے اس کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ یا مثلاً حکومت نالائق ہے اس کے وزراء بددیانت ہیں۔ اس کو جس طریقے سے بھی ہو سکے نابود کر دینا چاہیئے۔" یہ آزادیٔ افکار انسانی نہیں۔ بلکہ حیوانی ہو گی کیونکہ اس میں فکر و تدبر کا سلیقہ ناپید ہو گا۔ سلیقہ اسی چیز کا نام ہے کہ کسی مسئلے پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس کے پہلوؤں کے متعلق صحیح علم حاصل کیا جائے۔ تاکہ بے جا اعتراض و تنقید کا الزام عائد نہ ہو۔ پھر وہ تمام مصلحتیں بھی پیش نظر رکھی جائیں۔ جو معاشرے کے امن و سکون اور ملک کی بقا اور استواری سے تعلق رکھتی ہیں۔ معلوماتِ صحیح اور مصالح ملی کے لحاظ کے بعد جس آزادیٔ افکار کا اظہار ہو گا۔ وہ یقیناً باعث اصلاح اور تعمیر ہو گا۔

افسوس سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ملک میں فکر ابھی خام ہے اور تدبر کا سلیقہ بہت کمیاب ہے۔ ایسی حالت میں جو لوگ آزادیٔ افکار سے کام لیتے ہیں۔ وہ انسانوں کو حیوان بنانے کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے اظہار خیال کے بعد۔ عوام دین و سیاست کی تمام پابندیوں کو توڑ دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور ہر قسم کی مصلحت سے بے پرواہ ہو کر اقدامات کر بیٹھتے ہیں۔ جو ملک و ملت کے لئے مضر ہوتے ہیں۔ علامہ اقبال کے ارشاد کا مطلب یہی ہے۔ کہ اگر فکر و تدبر کا سلیقہ بھی ہو۔ اور فکر خام بھی نہ ہو۔ تو آزادیٔ افکار میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر یہ شرط موجود نہیں۔ تو آزادیٔ افکار انسانوں کو محض حیوان بنانے کا طریقہ ہے۔ حالانکہ مقصود یہ ہونا چاہیئے۔ کہ انسان بہتر انسان بنیں۔

(شہباز پشاور)
یکم اکتوبر ۱۹۵۳ء

مجلس دستور ساز میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ

آنریبل وزیر اعظم کی مکمل تقریر

کراچی ۸ راکتوبر۔ آنریبل مسٹر محمد علی وزیر اعظم پاکستان نے کل مجلس دستور ساز میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ پر غور و خوض کرنے کی تحریک پیش کرتے ہوئے جو تقریر فرمائی۔ اس کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

آج ہماری تاریخ کا یادگار دن ہے۔ آج وہ رکاوٹیں دور ہوگئی ہیں جو دستور سازی کے راستے میں ہمارے لئے حائل تھیں۔

میرا سب سے پہلا فرض یہ ہے۔ کہ میں مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کی طرف سے خداوند تعالیٰ کا شکر ادا کروں۔ کہ اس نے ہمیں اس قوم کے شان شایان آئین بنانے کی توفیق عطا کی۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ اس سلسلے میں مجھ پر بہت سخت ذمہ داریاں عاید ہوتی ہیں۔ اس لئے میں نہایت عجز اور انکسار سے اللہ تعالےٰ کے حضور دست بدعا ہوں۔ کہ وہ ان اصولوں پر غور و خوض کرنے اور انہیں اختیار کرنے میں ہماری رہنمائی کرے۔ جو ایک ایسے دستور کی بنیاد بن سکیں۔ جو ہماری قوم کی فطرت کے مطابق ہو۔ ملک کو ترقی کی شاہراہ پر ڈال دے۔ اور اسلام کی عظمت کو دوبالا کر دے۔

اس سے پیشتر کہ میں کچھ اور کہوں۔ جناب عالی! میں خواجہ ناظم الدین صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے نہایت فیاض دلی سے مجھے نئے منتخب پارٹی لیڈر کی حیثیت سے اس بات کی اجازت دی ہے۔ کہ میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ ایوان کے سامنے پیش کروں جناب عالی! آئین سازی کا کام ہمیشہ مشکل اور پیچیدہ ہوا کرتا ہے۔ اور ہمارے ملک کی جغرافیائی اور آبادی کی بعض ایسی خصوصیات ہیں۔ جن سے یہ کام اور بھی مشکل ہوگیا ہے۔ ہمارے ملک کے دو حصے ہیں جن کے درمیان ایک ہزار میل تک ایک غیر ملک حائل ہے۔ دوسری مشکل ہمیں یہ درپیش ہے۔ کہ ان دونوں حصوں میں سے ایک حصے یعنی صوبہ مشرقی بنگال کی آبادی دوسرے حصے یعنی مغربی پاکستان کے تمام صوبوں اور ریاستوں سے زیادہ ہے۔ یہ ایسی صورت حال ہے۔ جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ کسی اور جمہوری ملک کے آئین کی دفعات اس صورت حال میں ہماری رہنمائی کرنے سے قاصر ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ خاص صورت حالات خاص غور و فکر کی محتاج ہے۔ اور اس میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا لازم ہے۔ کہ آبادی کی بنا پر جو اہمیت مشرقی بنگال کو حاصل ہے۔ وہ اہمیت قائم رہے۔ دوسرے یہ کہ ملک کے جغرافیئے کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔ اور جو آئین بھی پیش کیا جائے۔ وہ دنیا کے وفاقی اصولوں کے مطابق ہو یعنی یہ کہ وہ آئین وفاق کے تمام حصوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اور ہر ایک حصے کو ملک کے نظم و نسق میں مساوی حقوق دینے کا ضامن ہو۔

بنیادی اصولوں کی کمیٹی نے پانچ سال تک ان مسائل پر غور کیا۔ اور بہت سی ایسی تجاویز پر بحث و مباحثہ کیا۔ جن سے خاطر خواہ نتائج حاصل ہوں۔ اس کمیٹی کی آخری رپورٹ جو اب ایوان کے غور و فکر کے لئے پیش کی جا رہی ہے۔ پچھلے سال دسمبر میں ایوان کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ کمیٹی کی رپورٹ کی وہ تجاویز جن میں وفاقی مجلس قانون ساز کی تشکیل کا ذکر تھا۔ اور ایوان بالا اور ایوان زیریں کے اختیارات خصوصی کا تذکرہ تھا۔ وفاق کے تمام حصوں کے لئے تسلی بخش ثابت نہ ہو سکیں۔ چنانچہ آئین سازی کا کام تعطل میں پڑ گیا۔ اور وفاقی مجلس قانون ساز کی تشکیل میں ایک ایسی رکاوٹ پڑ گئی۔ جس کا کوئی حل نہ ملا۔ اس تعطل کو حل کرنے کی سخت سے سخت کوشش کی گئی۔ مگر ہر کوشش ناکام ثابت ہوئی۔ اس تعطل کے ساتھ ساتھ مختلف صوبوں میں باہمی غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں جس کی وجہ سے قوم کی سالمیت کو زک پہنچنے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔ عوام میں جمود کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔ آخر کار قوم کو اس بات کا شدت سے احساس ہوا۔ کہ آئین سازی کے جمود اور تعطل کو توڑنا اشد ضروری ہے۔ اس تاخیر پر جو آئین سازی میں ہو رہی تھی۔ تمام ملک بے چین ہوگیا۔ جب مجلس دستور ساز کا موجودہ اجلاس طلب کیا گیا۔ تو تمام اراکین نے اس خواہش کا اظہار کیا۔ کہ آئین سازی کے راستے کی تمام رکاوٹوں کو دور کرکے آئین سازی کے کام کی طرف توجہ کی جائے۔ مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کے اراکین خاص طور سے اس بات پر مصر تھے۔ کہ وفاقی مجلس قانون ساز کی تشکیل کے ایسے اصول وضع کئے جائیں۔ جو ملک کے تمام حصوں کے لئے قابل قبول ہوں۔ چنانچہ میں نے میرے رفقائے کار نے۔ صوبوں کے وزرائے اعلیٰ نے اور مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کے اراکین نے اس تعطل کو ختم کرنے کی کوششیں تیز کر دیں۔ اور آج میں اس قابل ہوگیا ہوں۔ کہ ایوان میں یہ اعلان کرسکوں۔ کہ ایک ایسا اصول وضع کیا گیا ہے۔ جو ملک کے تمام حصوں کے لئے قابل قبول ہو۔ چنانچہ اس اصول کے مطابق وفاقی مجلس آئین ساز کی تشکیل یہ ہوگی:۔

(۱) ایوان بالا:۔ ۵۰ اراکین۔ یہ اراکین ان پانچ یونٹوں میں سے منتخب کئے جائیں گے:۔

(۱) مشرقی بنگال۔ (۲) پنجاب۔
(۳) شمالی مغربی سرحدی صوبہ۔ سرحدی ریاستیں اور قبائلی علاقہ۔
(۴) سندھ اور خیرپور۔
(۵) بلوچستان۔ بلوچستان اسٹیٹس یونین۔ بہاولپور اور کراچی۔

(۲) ایوان زیریں:۔ اراکین کی تعداد ۳۰۰ ہوگی۔ جو آبادی کے لحاظ سے ۵ یونٹوں سے منتخب کئے جائیں گے۔ چنانچہ دونوں ایوانوں کی تشکیل یوں ہوگی:۔

یونٹ	ایوان	تعداد
(۱) مشرقی بنگال:۔	ایوان بالا	۱۰
	ایوان زیریں	۱۶۵
	کل میزان	۱۷۵
(۲) پنجاب:۔	ایوان بالا	۱۰
	ایوان زیریں	۷۵
	کل میزان	۸۵
(۳) شمالی مغربی سرحدی صوبہ	ایوان بالا	۱۰
سرحدی ریاستیں اور قبائلی علاقہ	ایوان زیریں	۲۴
	کل میزان	۳۴
(۴) سندھ اور خیرپور:۔	ایوان بالا	۱۰
	ایوان زیریں	۱۹
	کل میزان	۲۹
(۵) بلوچستان۔ بلوچستان اسٹیٹس یونین۔ بہاولپور اور کراچی	ایوان بالا	۱۰
	ایوان زیریں	۱۷
	کل میزان	۲۷
کل میزان	ایوان بالا	۵۰
	ایوان زیریں	۳۰۰
	کل	۳۵۰

یونٹ نمبر ۳۔ ۴ اور ۵ کے ہر حصے کی نمائندگی اس کی اپنی آبادی کے مطابق ہوگی۔

دونوں ایوانوں کو مساوی اختیارات حاصل ہوں گے۔ اعتماد اور عدم اعتماد کا ووٹ یا رئیس مملکت کے انتخاب کا ووٹ صرف اس صورت میں منظور کیا جائے گا۔ جبکہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں اکثریت کا ووٹ حاصل ہو۔ بشرطیکہ جو اراکین ان امور پر ووٹ دیں۔ ان میں ملک کے دونوں حصوں کے اراکین میں سے کم سے کم تیس تیس فی صدی اراکین کا ووٹ حاصل کیا جائے۔

تشریح:۔ اس دفعہ اور اگلی دو دفعات پر عملدرآمد کے لئے ملک کے دو حصے متصور ہوں گے۔ نمبر ایک مشرقی حصہ جو مشرقی بنگال پر مشتمل ہے۔ نمبر دو مغربی حصہ جس میں چار یونٹ شامل ہیں۔ یعنی نمبر ۱ پنجاب۔ نمبر ۲ شمالی مغربی سرحدی صوبہ، سرحدی ریاستیں اور قبائلی علاقہ۔ نمبر ۳ سندھ اور خیرپور نمبر ۴ بلوچستان۔ بلوچستان اسٹیٹس یونین بہاولپور اور کراچی۔

(۴) اگر کسی امر پر دونوں ایوانوں میں اختلاف ہو تو دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس طلب کیا جائیگا۔ اور متنازعہ امر کا فیصلہ کثرت رائے سے کیا جائیگا۔ بشرطیکہ اس کثرت میں ملک کے دونوں حصوں کے کم از کم ۳۰ - ۳۰ فی صدی ممبر موجود ہوں۔ اور ووٹ دیں۔

اگر اس ضمنی دفعہ کے تحت کثرت رائے سے فیصلہ نہ ہوا۔ تو (الف) تجویز مسترد سمجھی جائے گی۔

(ب) اگر تجویز اس نوعیت کی ہوئی۔ کہ اس کی منظوری کے بغیر ملک کا نظم و نسق چل نہیں سکتا۔ یا اسکی نامنظوری سے ملک کے دفاع کو خطرہ لاحق ہو جائے یا وفاقی حکومت کے مالی استحکام یا ساکھ کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے۔ تو رئیس مملکت کو یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ وہ اس صورت میں دونوں ایوانوں کو توڑ دے اور نئے انتخابات کا حکم صادر کرے۔

تشریح:۔ اس دفعہ پر عملدرآمد کرنے کے لئے رئیس مملکت کو وزارت کے مشورے پر عمل کرنا لازم ہوگا۔

(۵) رئیس مملکت کا انتخاب ملک کے اس حصے سے نہیں ہوگا۔ جس حصے سے وزیر اعظم منتخب کیا جائے۔

اس اصول کی دفعات بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی ان دفعات میں ترمیموں کے طور پر مناسب وقت پر ایوان کے سامنے پیش کی جائیں گی۔ جن کا وفاقی مجلس قانون ساز کی تشکیل سے تعلق ہے۔

ایوان کو یہ سنکر خوشی ہوگی۔ کہ میرے رفقائے کار مشرقی بنگال۔ پنجاب۔ سندھ۔ شمالی مغربی سرحدی صوبہ بہاولپور کے وزرائے اعلیٰ اور مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کے تمام اراکین نے اس اصول کو منظور کرلیا ہے۔ متفقہ قبولیت ایک نہایت شاندار کارنامہ ہے۔ اس سے ہمارے ملک کا وہ بنیادی اتحاد ثابت ہوتا ہے جو صوبائی سرحدوں کی قیود سے بالاتر ہے۔

بحث و مباحثہ میں یہ چیز خاص طور پر نمایاں ہوئی۔ کہ ہر کوئی ملک کے مفاد کو مختلف صوبائی اور علاقائی مفاد پر ترجیح دیتا ہے۔ پاکستان کا مفاد مقدم ہے۔ اور مختلف یونٹوں کا مفاد موخر۔ یہ اصول بحث و مباحثوں میں حصہ لینے والوں کے ہمیشہ پیش نظر رہا۔ اور مجھے یقین ہے کہ ایوان اس بات کی تصدیق کرے گا۔ کہ یہی اصول ہمیں ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اسی بنیادی اصول کے تحت ہمارا دوسرا قدم یہ تھا۔ کہ ہم وفاق کی تشکیل کی وہ تجویز پیش کریں۔ جس کے رو سے ملک کے نظم و نسق میں ہر ایک یونٹ کو مساوی اور منصفانہ درجہ حاصل ہو۔ جو تجاویز ہم نے ایوان کے پیش کی ہیں۔ وہ ہماری متفقہ رائے میں محولہ بالا امور کی ضامن ہیں۔ ان تجاویز کے خاص خاص پہلو یہ ہیں:۔

مرکزی مقننہ دو ایوانی ہوگا۔ ان ایوانوں میں نمائندگی کی غرض سے ملک کو پانچ یونٹوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک ایوان زیریں ہوگا۔ جس میں آبادی کی بنا پر نمائندگی ہوگی۔ ایک ایوان بالا ہوگا۔ جس میں ہر یونٹ کو مساوی نمائندگی حاصل ہوگی۔ یہی اصول ہر وفاق کی روح ہیں۔

ایوان زیریں جس کا انتخاب براہ راست ہوگا۔ عوام کی نمائندگی کرے گا۔ ایوان بالا جس کا انتخاب براہ راست ہوگا۔ عوام کی نمائندگی کرے گا۔ وفاق وہ طرز حکومت ہے۔ جس میں مختلف یونٹ آزادی کے ساتھ ملک کے نظم و نسق میں حصہ لے سکیں۔ چنانچہ ایوان بالا میں مساوی نمائندگی اس بات کی ضامن ہے۔ کہ ہر یونٹ کو چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ ایوان بالا میں مساوی نمائندگی حاصل ہو۔ یہ ساری تجاویز دنیا کی ترقی یافتہ وفاقی حکومتوں کے اصولوں کے مطابق ہیں۔

اب میں ان تجاویز پر غور کرتا ہے جن کے اختیار کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ پاکستان کے دونوں حصوں میں سے کسی ایک کو یہ اندیشہ نہ رہے۔ کہ دوسرا حصہ اس پر حاوی ہو جائے گا۔ اس اندیشے کو دور کرنے کیلئے جو تجاویز اختیار کی گئی ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ کہ اولاً دونوں ایوانوں کو مساوی حقوق دیئے گئے ہیں۔ ایوان زیریں میں جس کی تشکیل آبادی کی بنیاد پر ہے پیش کردہ اور اس کی منظور کردہ ہر تجویز کے لئے ایوان بالا کی منظوری بھی ضروری ہے۔ جس میں ہر یونٹ کو مساوی نمائندگی حاصل ہے۔ اسی طرح ایوان بالا میں پیش کردہ اور منظور کردہ ہر تجویز کے لئے ایوان زیریں کی منظوری بھی ضروری ہے۔ اگر کسی تجویز کے بارے میں یا کسی تجویز کی کسی شق کے بارے میں ایوان بالا اور ایوان زیریں میں اختلاف ہو گا۔ تو وہ تجویز دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں پیش کی جائے گی۔ اور کثرت رائے سے اس تجویز کا فیصلہ ہو گا۔ بشرطیکہ اس کثرت رائے میں ملک کے دونوں حصوں کے کم از کم ۳۰-۳۰ فی صدی ممبر مشترکہ اجلاس میں شریک ہو کر ووٹ دیں۔ اس مقصد کے لئے مشرقی بنگال کو ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ان چار یونٹوں کو جنہیں عام طور پر مغربی پاکستان کہا جاتا ہے دوسرا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ تجاویز میں یہ شرط بھی رکھی گئی ہے۔ کہ اعتماد اور عدم اعتماد کی تحریک صرف دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں پیش کی جا سکتی۔ اور کثرت رائے سے منظور کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کثرت میں ہر حصے کے کم از کم ۳۰-۳۰ فی صدی اراکین شامل ہوں۔ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس میں سربراہ مملکت کے انتخاب کے وقت بھی اس تناسب کی اکثریت کا فیصلہ قابل قبول ہو گا۔ ان خصوصی شرائط کا اثر یہ ہو گا۔ کہ جب تک ملک کے دونوں حصوں کے نمائندوں کی معقول تعداد کی رضامندی حاصل نہ ہو۔ کوئی اعتماد یا عدم اعتماد کی تجویز یا کسی اور متنازعہ امر کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جہاں تک اعتماد یا عدم اعتماد کی تحریک کا تعلق ہے۔ اکثریت میں دونوں حصوں کے اراکین کی کم از کم ۳۰-۳۰ فی صدی کی رائے کا حاصل ہونا شرط ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ دوسرے متنازعہ امور کا فیصلہ کرنے کے لئے ہر حصے کے کم از کم ۳۰-۳۰ فیصدی ممبر موجود ہوں۔ اور ووٹ دیں۔ اسی طرح یہ بھی لازم قرار دیا گیا ہے۔ کہ جب تک ہر حصے کے کم از کم ۳۰-۳۰ فی صدی اراکین ووٹ نہ دیں رئیس مملکت کا انتخاب نہیں ہو سکتا۔

”توازن قائم رکھنے کے لئے متعدد شرطیں لگا دی گئی ہیں۔ آپ ملاحظہ کریں گے کہ مرکزی حکومت مشترکہ طور پر دونوں ایوانوں کے سامنے جوابدہ ہو گی۔ کیونکہ دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس ہی میں اعتماد کے ووٹ کی تحریک ہو سکتی ہے۔ نیز یہ کہ اگر دونوں ایوانوں میں کسی تجویز پر اختلاف ہو تو دونوں ایوانوں کا مشترکہ اجلاس ہی اس کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ دونوں ایوانوں میں مختلف یونٹوں کی نمائندگی کا ایسا انتظام کیا گیا ہے۔ کہ ملک کے دونوں حصوں کو مجموعی طور پر مساوی نمائندگی حاصل ہو۔ آپ کو یاد ہو گا۔ کہ یہ اصول جسے عام طور پر مشرقی بنگال اور مغربی پاکستان کے صوبوں کے درمیان مساوات قرار دیا گیا ہے۔ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ میں موجود ہے تاہم اس اندیشے کا اظہار کیا گیا تھا کہ جب اس اصول پر عملدرآمد ہو۔ تو یہ نہ ہو کہ مشرقی بنگال پر مغربی پاکستان یا مغربی پاکستان پر مشرقی بنگال حاوی ہو جائے۔ سیاسی صورت کے سدباب کے لئے تجویز پیش کی گئی ہے۔ کہ اگر کوئی امر دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس کے سامنے پیش ہو تو ہر چند کہ مشرقی بنگال کو مغربی حصے کے تمام یونٹوں کے مقابلے میں مساوات کا درجہ حاصل ہے متنازعہ امر کا فیصلہ اس وقت تک نہ ہو سکے گا جب تک کہ ہر ایک حصے کے نمائندوں کی (باقی برصفحہ ۸)

مناسب تعداد کی حمایت اسے حاصل نہ ہو۔ جو تجاویز ہم نے پیش کی ہیں وہ اس امر کی ضامن ہیں۔ کہ ملک کے دونوں حصوں میں مساوات بھی قائم رہے نیز اس کے ساتھ ہی ساتھ ملک کے دونوں حصوں کا ایک دوسرے پر انحصار رہے۔ کوئی حکومت مرکز میں بن نہیں سکتی نہ چل سکتی ہے۔ تاوقتیکہ اس کو ملک کے دونوں حصوں کے اراکین کے ۳۰-۳۰ فی صدی ممبروں کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اور اسی طرح کسی متنازعہ امر کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اسے ایسی ہی حمایت حاصل نہ ہو۔ یا کم از کم ہر حصے کے تیس تیس فی صدی اراکین موجود نہ ہوں۔ اور ووٹ نہ دیں۔ یہ امر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ مزید تحفظ مساوات کے اصول کا ایک اور مظاہرہ ہے۔ اس کی رو سے ہر حصے کے لئے دوسرے حصے کی حمایت حاصل کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کی رو سے دونوں حصوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ایک حصے کی اس کم از کم حمایت کے بغیر جس کا ذکر پہلے کیا گیا ہے۔ ملک کا دوسرا حصہ نہ تو حکومت قائم کر سکے گا۔ اور نہ کوئی متنازعہ تجویز منظور کر سکےگا۔ یہ تجویز بھی پیش کی گئی ہے۔ کہ رئیس مملکت ملک کے اس حصے سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ جس حصے سے وزیر اعظم منتخب کیا جائے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ ایوان اور ملک ان تجاویز کے تدبر اور انصاف کو سراہیں گے۔ یہ تجویز کہ ملک کے دونوں حصوں کا انحصار ایک دوسرے پر ہو ہمارے ملک کے استحکام اور سالمیت کی ضامن ہے۔ ان تجاویز سے وہ رشتہ جو ملک کے مختلف حصوں کو ایک دوسرے سے منسلک کئے ہوئے ہے۔ اور زیادہ مضبوط ہو جائے گا۔ یہ وہ تجاویز ہیں۔ جو لازماً پاکستان کے مختلف یونٹوں کے شہریوں اور خاص طور پر ملک کے دونوں حصوں کے درمیان اعتماد، بھائی چارہ اور رفاقت کی فضا پیدا کریں گی۔ یہ تجاویز صوبہ پرستی کے رجحانات کے لئے زہر کا تریاق ثابت ہوں گی اور پاکستان کے استحکام اور ترقی اور اس کے لئے دائمی قوت کا باعث ہوں گی۔

رپورٹ کے ایک اور پہلو کی طرف میں خاص طور پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس مجلس قانون ساز نے جو قرار داد مقاصد منظور کی ہے اس میں علاوہ دیگر امور کے اس امر کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ ملک کا آئین جمہوریت، حریت، مساوات معاشرتی انصاف کے اسلامی اصولوں کا ضامن ہو اور مسلمان قرآن اور سنت کے اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ در حقیقت یہی وہ سب سے بڑا اصول ہے جس کے پیش نظر اس برصغیر کے مسلمانوں نے حصول پاکستان کے لئے جدوجہد کی تھی اس کے ساتھ ہی ساتھ قرارداد مقاصد اس امر کی بھی متقاضی ہے۔ کہ اقلیتوں کو یہ حق حاصل رہے کہ وہ آزادانہ طور پر اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اور اس کے اصولوں پر کاربند رہ کر اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اس ایوان میں جو دستور بھی وضع ہوگا۔ وہ ان مقاصد کا پورے طور پر آئینہ دار ہوگا۔ اور اس میں یہ لحاظ رکھا جائے گا۔ کہ کوئی قانون ایسا منظور نہ کیا جائے ...... جو قرآن اور سنت کے منافی ہو۔ میں یہاں اس امر کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ کسی ایک طبقہ کے خیالات کسی دوسرے طبقے کے خیالات کو مسلط نہیں کیا جائے گا۔ اس موقعہ پر میں بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ کی کسی اور دفعہ پر اظہار خیال نہیں کروں گا۔ اس رپورٹ کو میں ایوان کے فیصلے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ لیکن ایک مسئلہ کی طرف میں فوراً آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ ان تجاویز میں ایوان نے ایک کمی محسوس کی ہوگی۔ ان تجاویز میں کشمیر کا ذکر کہیں نہیں آیا۔

پاکستان اس جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ جو اس برصغیر کے مسلمانوں نے ایک ایسے وطن کے حصول کے لئے کی تھی۔ جس میں وہ گروہ اسلام کے بلند اصولوں کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ وہ جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی۔ کشمیر پاکستان کے مکمل تصور کا ایک لازمی جزو رہا اور ہے۔

پاکستان اس وقت تک نامکمل رہے گا۔ جب تک کشمیر کے باشندوں کو حق خود ارادیت حاصل نہیں ہوتا۔ اہل کشمیر کو آزادانہ اور غیر جانبدارانہ رائے دینے کا حق دلانے کے لئے اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنے کے لئے اس ملک کے باشندے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگر آزادانہ رائے شماری کے بعد اہل کشمیر اپنی مرضی سے خود پاکستان میں شامل ہونے کا فیصلہ کریں۔ تو ان کی خواہشات اور مرضی کے مطابق دستور میں مناسب دفعات شامل کر لی جائیں گی۔

اس کے علاوہ اس رپورٹ میں جو تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ اور جو ترمیمیں ہم پیش کریں گے ان کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ پاکستان اپنے اعلیٰ مقاصد کے مطابق اپنا آئین وضع کر سکے گا ان تجاویز کے مطابق ملک کو ایک جمہوری آئین حاصل ہوگا۔ جس کے تحت حکومت کی حکمت عملی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوگا۔ کہ عوام کا معیار زندگی بلند کیا جائے۔ اور اس انسانی اخوت کی تبلیغ کی جائے۔ جس کا تصور اسلام نے پیش کیا ہے۔ ذات پات کے مصنوعی امتیازات کو دور کیا جائے۔ اور وہ معاشرتی انصاف قائم ہو جائے جس کی بنیاد اسلام نے ڈالی تھی۔ ان تجاویز میں اسلامی حریت اور مساوات کے اصول کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

جہاں یہ تجاویز اس بات کی ضامن ہیں۔ کہ مسلمان اسلام کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔ وہاں یہ تجاویز یہ تحفظ بھی پیش کرتی ہیں۔ کہ اقلیتوں کو آزادانہ طور پر اپنا مذہب اختیار کرنے اس پر عملدرآمد کرنے اور اپنی ثقافت کو ترقی دینے کا اختیار حاصل ہو۔

مملکت کے ہر شہری کو بنیادی انسانی حقوق مثلاً مساوی درجہ مساوی مواقع اور قانون کی نظر میں مساوی طور پر سیاسی۔ اقتصادی اور معاشرتی انصاف کا حق حاصل ہوگا۔ اہم ترین امر یہ ہے۔ کہ ان تجاویز کے تحت ملک کی سالمیت اور اس کی آزادی کا پورا تحفظ ہوگا۔ بحیثیت مجموعی ان تجاویز پر عملدرآمد کرنے کے پاکستان کے عوام ترقی اور خوشحالی کی طرف قدم بڑھا سکیں گے اور اقوام عالم میں اپنا جائز اور باعزت رتبہ حاصل کر سکیں گے۔

اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں۔ کہ آئین سازی کے کام میں بہت زیادہ تاخیر ہو چکی ہے۔ اب اور زیادہ تاخیر کی گنجائش نہیں۔ عوام کی طرف سے ہم پر یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ ہم جلد از جلد ایک ایسے آئین پر مہر توثیق ثبت کر دیں۔ جو عوام کے مقاصد اور عزائم کے شایان شان ہو۔ اب جبکہ آئین سازی کے راستے کی رکاوٹیں دور ہو گئی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ آئین سازی کے کام میں ہم دل و جان سے مصروف ہو جائیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ہر امکانی کوشش کی جائے۔ تاکہ بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی مکمل رپورٹ پر مجلس دستور ساز کے اسی سیشن میں غور و فکر کے بعد فیصلہ کر دیا جائے۔ بہر حال یہی ہمارا مقصد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ تجویز پیش کرتے ہوئے میں اس ایوان کے اراکین کی متفقہ خواہش کی ترجمانی کر رہا ہوں۔

ضلع دادو میں ایک برساتی ندی کے پانی کو آبپاشی کے کام میں لانے کی سکیم

حیدرآباد (سندھ) ۸ ر اکتوبر۔ حکومت سندھ ضلع دادو میں ایک برساتی ندی کے پانی کو آبپاشی کے کام میں لانے کی سکیم پر غور کر رہی ہے۔ کل سندھ کے وزیر تعمیرات عامہ نے بتایا کہ یہ ندی صوبے کی بڑی بڑی ندیوں میں شمار ہوتی ہے لیکن معقول انتظام نہ ہونے کے باعث اس کا پانی ضائع ہو جاتا ہے۔ حکومت ایک وسیع علاقے میں اس کے پانی کو جمع کر کے اسے آبپاشی کے کام میں لانا چاہتی ہے۔ اندازہ ہے۔ کہ اس کے پانی سے دو لاکھ ایکڑ زمین بخوبی سیراب ہو سکے گی۔

امریکہ تیل کے مسئلہ کا نیا حل پیش کریگا

واشنگٹن ۸۔ اکتوبر۔ امریکہ کے وزیر خارجہ مسٹر جان فاسٹر ڈلس نے کل ایک پریس کانفرنس میں بتایا۔ کہ امریکہ ایرانی تیل کے مسئلہ کا بغور مطالعہ کر رہا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ وہ عنقریب ایک ایسا حل پیش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ کہ جو دونوں کے نزدیک قابل قبول ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ امریکہ کو ان مسائل میں برطانیہ اور ایران دونوں کی حمایت حاصل ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا۔ کہ امریکہ ایرانی تیل کی صنعت کو خود اپنے ہاتھ میں لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ انہوں نے اس بارے میں قطعی لاعلمی کا اظہار کیا۔ کہ مجوزہ چار طاقتی کانفرنس کے بارے میں امریکہ نے مسٹر چرچل کو کوئی پیغام بھیجا ہے۔

لاہور ۸ ر اکتوبر۔ پاکستان فیڈرل کورٹ نے صوبہ سرحد کے دو سیاسی قیدیوں کی نظربندی کے خلاف اپیل کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ان میں سے ایک نظربند ارباب عبدالغفور خان ہیں۔ جو ۱۷ مارچ ۱۹۴۹ء سے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشنز کے تحت نظربند ہیں۔

قوت ارادی

بقیہ صفحہ ۵

کے آگے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ اگر ہماری قوت ارادی مضبوط ہے۔ تو ہم اس ارادہ کو اس عہد کو جو ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔ اور اب حضرت مصلح موعود ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ باندھا ہے۔ اس کا ایک ایک حرف پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر یہ قوت ارادی ہمیں ایسی بلند اور مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیگی۔ کہ نفس کے جھونکے اور دنیا کے فتنے اور شیطان کے پھندے ہم تک رسائی نہیں پائیں گے۔

اس طاقت کے پیدا ہو جانے سے انسان دنیا میں بھی پختہ کام ہو جاتا ہے۔ اور دین میں بھی۔ اس وقت اس کا ایک کیریکٹر بن جاتا ہے۔ دیکھیئے سکھ تمباکو نہیں پیتے۔ سخت گرمی کے ایام میں بھی بالوں کو رہنے دیتے ہیں۔ ان کے گردو پیش کے حالات ایسے ہیں۔ کہ اگر وہ چاہیں تو ان پابندیوں کو نہایت خوشی سے توڑ سکتے ہیں مگر وہ ایسا نہیں کرتے۔ یہ ان کے ارادہ کی پختگی اور (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) تربیت کے تاثرات ہیں یورپ کے رہنے والے اگر ناموافق حالات میں بھی اپنی طرزوں کو یعنی نکٹائی وغیرہ لگانا نہیں چھوڑتے۔ تو کیا ان کے وقار میں کچھ کمی آجاتی ہے۔ بہت عرصہ کی بات ہے۔ میں نے ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضور مجھے ایسے طریق بتلائیں۔ کہ سستی اور کاہلی پاس نہ پھٹکے حضور نے فرمایا۔ سستی دور کرنے کا بہترین طریق یہ ہے کہ سستی دور کرنے کا مصمم ارادہ کر لو۔ اسی طرح حضور نے ایک جلسہ کے موقع پر حقہ چھوڑنے کے متعلق فرمایا۔ کہ حقہ قطعاً چھوڑ دو۔ ہمارے لئے تو اللہ کریم نے بہت آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ہمیں روحانیت کے ایسے مشعل بردار دیئے۔ جن کے مسلک پر گامزن ہونے سے ہر رنگ کے صفات ہم حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے۔

رجسٹرڈ نمبر ایس ۱۱۴۱